

لابریرین

کلیان سندرم تامل ناڈوکارہنے والا ہے۔ ایک برس کا تھا تو والد فوت ہو گیا۔ والدہ نے اسے اکیلے رہ کر پالا۔ کلیان کو صرف ایک بات بار بار سمجھاتی تھی۔ عام لوگوں کی مدد کرو اور کبھی بھی صلے کی پرواہ نہ کرنا۔ اس عظیم ہستی نے کلیان سندرم کی زندگی کی بنیاد بدل دی۔ عام سے بھی کمتر نظر آنے والا انسان ایک ایسا دیو مالائی کردار بن کر ابھرا کہ پوری دنیا کو محبت اور خدمت کا سبق پڑھا دیا۔ نوجوانی ہی سے مختلف تھا۔ کالج میں تامل ناڈو زبان میں ایم اے کرنے کے لئے درخواست دے ڈالی۔ منفرد بات یہ تھی کہ اس زبان کا واحد طالب علم تھا۔ کالج انتظامیہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ صرف ایک شخص کے لئے پورے ایک شعبہ کو فعال نہیں کیا جاسکتا۔ مگر کلیان کی ضد کے سامنے کالج انتظامیہ نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس کا شوق دیکھ کر فیس بھی معاف کر دی گئی۔ اس کے بعد کلیان نے لابریری سائنس کا ایم اے کیا۔ تعلیم ممکن کرنے کے بعد وہ تامل ناڈو ہی میں ایک تعلیمی درسگاہ میں لابریرین لگ گیا۔ اس میں ایک قدرتی خامی تھی۔ آواز حد درجہ عجیب و غریب سی تھی۔ اس میں گونج بہت زیادہ تھی جو بھی سنتا، تو ہنسنا شروع کر دیتا۔ مگر آواز نے اسے کسی احساس کمتری میں مبتلا نہیں کیا۔ بلکہ سبق سکھایا کہ زندگی میں اصل کام تو لوگوں کی خدمت کرنا ہے۔ کسی بھی جگہ کسی بھی سطح پر اور کسی بھی حال میں۔ کپڑے کیسے پہنتا ہے، دیکھنے میں کیسے لگتا ہے، یہ سب کچھ بے معنی ہے۔ کلیان کرتا کیا تھا، یہ جاننا اور سمجھنا بہت ضروری ہے۔ مہینے کی پہلی تاریخ کو اسے تنخواہ ملتی تھی۔ تمام پیسے لے کر نادار بچوں اور عام لوگوں کی ضروریات پر خرچ کر ڈالتا تھا۔ اپنے اوپر ایک روپیہ بھی نہیں لگاتا تھا۔ حیرت انگیز سچ یہ بھی ہے کہ ذاتی اخراجات پوری کرنے کے لئے معمولی سی دہری نوکری بھی کرتا تھا۔ کسی ہوٹل میں ویٹرن بن جاتا تھا۔ ریلوے سٹیشن پر جا کر لوگوں کا سامان ڈھونا شروع کر دیتا تھا۔ مزدوری کرنا شروع کر دیتا تھا۔ اپنے اخراجات اس حد تک کم کر لئے تھے کہ چھوٹے چھوٹے کام کرنے سے گزارہ ہو جاتا تھا۔ یہ کوئی ایک دو ہفتے یا سال کی بات نہیں۔ پوری زندگی کلیان اپنی تمام تنخواہ عام لوگوں کی بہتری کے لئے مختص کرتا رہا۔ اپنے اوپر تنخواہ کا ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کیا۔ ہاں، چھوٹے موٹے کام سے جو اسے پیسے ملتے تھے۔ ان میں سے بھی بچا کر وہ بہبود کے کام کرتا رہتا تھا۔ ایک بڑی قابل ذکر بات اور بھی

ہے۔ غریب کی تکلیف محسوس کرنے کے لئے اکثر خالی تھڑوں اور پلیٹ فارم پر سو جاتا تھا۔ کلیان دراصل ایک ایسا عظیم شخص تھا بلکہ ہے جو کہ متوسط طبقے سے تعلق رکھنے کے باوجود وہ غریب آدمی کے اصل درد کو محسوس کرنا سیکھ گیا تھا۔ اسی جدوجہد نے اس کو ایسے راستے پر گامزن کر دیا جو اصل میں انسانیت کی فلاح ہے۔ بغیر تفریق مذہب اور رنگ ہر انسان کی مدد کرنے کا عظیم کام اس کی گٹھی میں پڑ چکا تھا۔ کلیان کو یہ سب کچھ کرتے ہوئے پینتالیس برس ہو چکے ہیں۔ اب وہ نوکری سے ریٹائر ہو چکا ہے۔ ریٹائرمنٹ پر اسے دس لاکھ ملے تھے۔ وہ بھی اس نے لوگوں کی بہتری کے لئے خرچ کر دیئے۔ اپنی پنشن بھی ہر ماہ اس طرز پر خرچ کر دیتا ہے۔ کلیان کو چند برس پہلے تیس کروڑ روپے انعام میں ملے تھے۔ اس نے وہ بھی خیرات کر دیئے۔ تھوڑا عرصہ پہلے کلیان نے ایک این جی او بنائی ہے۔ جس کا نام پالم ہے۔ اس کا مقصد صرف اور صرف غریبوں کی مدد کرنا ہے۔ کلیان اب تہتر برس کا ہے اور آج بھی اس طرح کا خیر میں مصروف ہے۔

کلیان سندرم کی تصور دیکھیں تو اس میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے کہ آپ معمولی سا بھی متوجہ ہوں۔ مگر اس کا کام دیکھیں تو رشک آتا ہے۔ انسانی عظمت کا ایک بلند مینار دکھائی دیتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم میں سے کوئی بھی کلیان سندرم بننے کے لئے تیار ہے۔ شائد ہاں اور شائد ناں۔ ارد گرد دیکھتا ہوں تو ہر طرف ایک کہرام سنائی پڑتا ہے۔ ایک ہی آواز سنائی دیتی ہے۔ پیسہ چاہیے۔ دولت میں اضافہ اور پھر مزید اضافہ چاہیے۔ یہ جہان ہمارے ملک میں کسی ایک طبقہ تک محدود نہیں۔ بلکہ ہر شعبے کے ناوے فیصد لوگ دولت اور پیسہ کی بھٹی میں اپنی مرضی سے جل رہے ہیں۔ سیاسی میدان پر غور کیجئے۔ اب تو شرم آتی ہے۔ اتنے ادنیٰ لوگ اس میدان میں آچکے ہیں کہ حیرانگی ہوتی ہے۔ الیکشن لڑنے سے لے کر اسمبلی میں جانے تک وزیر مشیر وزیر اعلیٰ یا وزیر اعظم بننے تک۔ کسی شرم کے بغیر مقصد اب صرف پیسے کمانا رہ گیا ہے۔ ہر سیاست دان کی بات نہیں کر رہا۔ اکثریت کے متعلق گزارش ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہے کہ واضح اکثریت کی بابت عرض ہے۔ بے شمار ایسے سیاسی اکابرین کو جانتا ہوں۔ جو مونہہ سے فرمائش کرتے ہیں کہ کوئی کام ہے تو بتاؤ۔ آپ اس معاملے کو رہنے دیجئے۔ ذرا ”ڈیولپمنٹ فنڈ“ کی طرف آئیے۔ حکومت سے حلقے میں ترقی کرنے کا پیسہ۔ کسی بھی حلقے میں چلے جائیے۔ ٹھیکیداروں کی حکومت نظر آئے گی۔ سڑک، سکول، ہسپتال، گلیوں میں سولنگ، محلہ کی نالیاں بلکہ ہر سرکاری کام صرف مخصوص ٹھیکیداروں کو دیا جاتا ہے۔ یہ ”گنی“ لوگ لین دین میں کانیاں ہوتے ہیں۔

پنجاب میں اس ڈیولپمنٹ فنڈ سے تقریباً چالیس فیصد کے قریب خورد برد کیا جاتا ہے۔ سندھ میں شاید اس سے نوے فیصد اور بلوچستان میں کام کرنے کا رواج ہی نہیں۔ سارا فنڈ بڑے آرام سے ٹھکانے لگا دیا جاتا ہے۔ کے پی میں بھی دگرگوں حالات ہیں۔ سند کے طور پر عرض کرونگا۔ گزشتہ تیس چالیس برسوں سے پاکستان کے ایم این اے ایم پی اے کے حلقوں میں ترقی کے فنڈز کا تخمینہ لگائیے۔ پھر موقع پر خود جا کر دیکھئے۔ باخوبی گزارشات کا اندازہ ہو جائے گا۔ ایماندار سیاست دان وہ ہے جو کم کمیشن لیتا ہے۔ یہ لوٹ مار سرکاری ملازموں کے ساتھ مل کر کی جاتی ہے۔ سرکاری شعبوں میں ہر ماہ باقاعدگی سے رقم اکٹھی کر کے انتہائی ایمانداری سے اوپر سے نیچے تک تقسیم ہوتی ہے۔ اس کام میں کوئی شرم محسوس نہیں کی جاتی۔ اگر آپ وزیر اعلیٰ یا وزیر اعظم بن گئے، تو آپ کے خاندان اور دوستوں کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ سرکاری ملازموں اور سیاست دانوں کے اس ناپاک گٹھ جوڑ نے ہمارے پورے نظام کو قید کر رکھا ہے۔ بلکہ میں غلط لکھ گیا۔ اصل نظام ہی یہی ہے۔

خدمت خلق اور بھلائی کا نعرہ سارے لگاتے ہیں۔ کہتے بھی یہی ہیں کہ ہم سب کچھ عوام کی فلاح کے لئے کر رہے ہیں۔ مگر اس فلم کے نیچے ایک اصل پیکر چل رہی ہوتی ہے۔ اور اس کا عنوان صرف اور صرف کرپشن ہے۔ کسی کا نام نہیں لینا چاہتا۔ کیوں کہ اس کا فائدہ کوئی نہیں ہے۔ سیاسی شعبے پر تو تنقید ہوتی رہی ہے۔ مگر ہمارا سماجی شعبہ بھی حد درجہ انحطاط کا شکار ہے۔ انتہائی معتبر سماجی ادارے اندر سے کیا لوٹ مار کر رہے ہیں۔ بذات خود ایک ہوشر باداستان ہے۔ کرپشن میں سماجی اداروں کی واضح اکثریت حد درجہ نیک کام کرنے کی آڑ میں صرف اور صرف دولت کمار ہی ہے۔ ایسے ایسے داخلہ واقعات ہیں کہ انسان کانپ جاتا ہے۔ ایک عجیب سی بات لکھنا چاہتا ہوں۔ پورے معاشرے میں ایک رجمان پنپ چکا ہے۔ کہ فلاں کاروباری شخص یا ارادہ ہزاروں لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ لنگر خانے پر ہر وقت رش لگا رہتا ہے۔ تھوڑا سا غور کیجئے۔ تو بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔ معاشی جرائم کو چھپانے کے لئے یہ سارا کام ایک حکمت عملی کے تحت سرانجام ہوتا ہے۔ ہاؤسنگ کالونیوں کے مالکان اکثر فراڈ میں ملوث ہوتے ہیں۔ مگر وہ اپنی ناجائز کمائی کا معمولی سا حصہ لوگوں کی فلاح کے لئے استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ انہیں اندر سے ہر چیز کا علم ہوتا ہے۔ اپنے جرائم کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مگر لوگوں میں معتبر نظر آنے کے واسطے لنگر، یتیم خانے اور اس طرح کے کام بڑھ چڑھ کر

کرتے ہیں۔ میڈیا میں نمائش ذوق و شوق سے فرماتے ہیں۔ ان تمام شعبوں سے صرف نظر کر کے ذرا مذہبی شعبہ کی طرف آئیے۔ مساجد میں حد درجہ اچھے لوگ کام کرتے نظر آتے ہیں۔ مگر ان میں چند فیصد ایسے لوگ ضرور موجود ہیں جو مذہب کو باقاعدہ فروخت کر کے دولت کے انبار اکٹھے کرتے ہیں۔ کراچی میں کچھ عرصہ پہلے ایک حد درجہ نامور مولانا صاحب فوت ہوئے تھے۔ ان کی اولاد کی باہمی لڑائی میں حادثاتی طور پر مولانا کے اثاثے سب کے سامنے آ گئے۔ یہ کوئی تین سو کروڑ روپے نقد کیش تھا۔

شائد کچھ زیادہ لکھ گیا۔ بہت سے لوگ ناراض ہو جائیں گے۔ مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ سچ لکھنا سب سے افضل کام ہے۔ یہ نہیں کہ ہمارا معاشرہ مکمل طور پر بنجر ہے۔ ہرگز نہیں، بہت سے اچھے لوگ موجود ہیں۔ جو خدمت خلق میں مصروف ہیں۔ مگر کلیان سندر م جیسا اچھا انسان بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔ ذاتی نمائش سے ہزاروں نوری سال دور۔ اس طرح کے لوگ جہاں بھی نظر آئیں ان کی قدر کیجئے۔ حوصلہ افزائی فرمائیے۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ کلیان جیسے لوگ ہوتے بہت کم ہیں۔ شائد قدرت کے کارخانے میں بہتر لوگ بنانے کا کام بند ہو چکا ہے؟